چوہدری خالد نذیر

اسلامی نظام عدل

(ایک اکائی ایک وحدت)

تمام اسلامی قوانین ایک مربوط نظام عدل کا حصہ ہیں۔ ان میں سے بعض کو اختیار کرنا اور بعض کو چھوڑ دینا درست نہیں۔ اصول قانون کے مسلمہ قواعد وضوابط بھی اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ کسی قانونی نظام کی کچھ چیزوں کو اختیار کرلیا جائے اور کچھ کو حسب خواش ترک کر دیا جائے۔ علماء قانون اس بات پر متفق ہیں کہ ہر قانونی نظام ایک نا قابل تقسیم وحدت اور اکائی ہوتا ہے۔(۱) ہر قانونی نظام کا ایک بنیادی فلسفہ وسوچ ہوتی ہے۔ یہی بنیادی فکر اس قانونی نظام کا محور ہوتی ہے۔ باقی تمام قوانین اسی بنیادی سوچ اور فکر کا مظہر ہوتے ہیں۔

شرعی قوانین کی امتیازی حیثیت

قانون کا موضوع انسانی سلوک وعمل ہے۔ انسانی فطرت و جبلت اور بنیادی ضروریات کسی بھی قانون کی ترکیب و ماہیت میں بنیادی عامل ہیں۔ شرعی قوانین کو دوسرے قوانین پر یہ امتیاز حاصل ہے کہ یہ خالق کائنات علیم وخبیر کا اپنی مخلوق کے لیے عطیہ ہیں۔ مخلوق کی فطری وجبلی ضروریات اس کے علم کا حصہ ہیں۔ لہٰذا اللہ بزرگ و برتر نے معاشرے میں انسانی تعلقات کو منضبط ومنظم کرنے کے لیے بہترین قوانین وضوابط عطا فرمائے۔

قانون اور اس کا مقصد

انسان کے اپنے بنائے ہوئے نظاموں کا مطمح نظر اور مقصد بھی انسانی سلوک وعمل کو منضبط

(۱) Introduction to Jursprudence Lord LLoyd P.921

ماجاز لعذر بطل بزواله ☆ جس کا استعمال عذر کی وجہ سے جائز ہو عذر ختم ہو تے ہی جواز بھی ختم ہو جائے گا

واستوار کرنا ہے مگر اس میں غلطی کا امکان ہوتا ہے لہٰذا وہ ہر وقت بہتر سے بہتر کی تلاش میں رہتے ہیں کبھی ایک قانون بناتے ہیں تو کبھی دوسرا(۲) کبھی ان کے قانون کی بنیاد عقل وفکر ہوتی ہے اور کبھی محض اکثریت کی رائے ہی قانون ہوتا ہے۔ خواہ اکثریت کی رائے پر مبنی قانون انسانی فطرت و جبلت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اور کبھی یہ قانون حکم حاکم ہوتا ہے اور کبھی مسلسل انسانی عمل کی پیداوار ہوتا ہے(۳) غرض انسان کا وضع کردہ قانون بہت کم عقل وخرد کا پابند ہوتا ہے کیوں کہ انسان کے بنائے ہوئے قانون کے وضع کرنے میں دیگر عوامل جیسے حاکم وقت کی ذاتی خواہش، مخصوص وقتی نظریات، مختلف طبقات کا متضاد رویہ بہت زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔ جب کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے شریعت اسلامیہ کے ذریعے اپنے بندوں کو مسلسل قانونی تجربات کے نقصان سے بچالیا اور غلطی سے پاک اور مبرا قوانین عطا کیے۔ جن پر عمل کر کے انسان ابدی فلاح کا حقدار بن جاتا ہے۔ یہ تمام قوانین ایک مکمل نظام عدل اور ناقابل تقسیم وحدت کا حصہ ہیں۔

شرعی قوانین کا باہمی ربط

شرعی قوانین باہم مربوط ایک اکائی ہیں، جن کو جدا نہیں کیا جاسکتا۔ ہر شرعی اصول دوسرے اصول سے منطبق اور منضبط ہے۔ اسلامی قوانین کس طرح باہم مربوط ہیں اس کے لیے چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

۱۔ حد سرقہ

حد سرقہ کا اسلام کے معاشی نظام اور معاشرتی نظام کفالت سے گہرا تعلق ہے۔ اسلامی معاشی نظام اقتصادی بہبود کا ایک ایسا پروگرام مہیا کرتا ہے جس کے ذریعے افراد کی مادی حاجات کی تکمیل کی ضمانت دی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اقرباء کی کفالت کا ایک مکمل نظام موجود ہے۔ اس کے بعد اگر کوئی چوری جیسے جرم کا ارتکاب کرے تو اسے سخت سزا دی جاتی ہے اور اگر ریاست کسی وجہ سے انفرادی واجتماعی کفالت کی ذمہ داری پوری نہ کرسکے تو ان حالات میں حد جاری نہیں کی جاتی(۴)

---

(۲) التشریع الجنائی الاسلامی ج:۱ص:۱۴۰طبع بیروت۔ لبنان

(۳) Introduction to Jursprudence Lord LLoyd P.921

(۴) الجریمۃ العقوبۃ فی الفقہ الاسلامی ص:۳۱، محمد ابوزہرہ، ادارہ القرآن، کراچی ۱۴۰۷ھ، ۱۹۸۷ء، التشریع الجنائی الاسلامی ج:۱ص:۱۵۔۱۶۔۱۸

جیسا کہ حضرت عمرؓ کے دور حکومت میں جب عرب میں قحط کی صورت، پیدا ہوئی تو آپؓ نے حد سرقہ جاری نہ فرمائی(۵) دوسرے الفاظ میں اسلامی معاشی پروگرام کا حد سرقہ سے گہرا تعلق ہے۔ للہذا حد سرقہ کے اجراء کے قانون سے پہلے درج ذیل قوانین کا نفاذ اور اجراء لازم ہے۔

(الف)

استحصال سے پاک معاشی قوانین کا نفاذ۔ سود، ذخیرہ اندوزی، قمار، سٹہ، لاٹری کا خاتمہ، تجارتی وکاروباری قوانین کو قرآن وحدیث میں بیان کردہ اصول وضوابط کے تحت جاری کرنا۔

(ب)

زکوٰۃ وعشر کے نظام کے ذریعے سماجی بہبود کا پروگرام مہیا کرنا۔

(ج)

وسائل دولت کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بنانا

(د)

اقرباء کی کفالت سے متعلق قوانین کا موثر نفاذ

حد سرقہ کے نفاذ سے پہلے مذکورہ بالا قوانین کا نہ صرف نفاذ لازم ہے بلکہ عام آدمی کا ان قوانین کے اثرات کو محسوس کرنا اور ان سے خاطر خواہ حد تک مستفید ہونا بھی ضروری ہے۔

۲۔حد زنا

اس حد کا اسلام کے عائلی قوانین سے گہرا ربط ہے۔ اسلام نے نظام کے قانون میں وسعت اور گنجائش رکھی ہے۔ ایک آدمی حسب حالات وشرط عدل ایک وقت میں چار عورتوں سے نکاح کرسکتا ہے(۶) اس قانونی وسعت کے باوجود اگر کوئی زنا جیسے جرم کا مرتکب ہوگا تو اسے سخت سزا دی جائے گی۔ للہذا حد زنا کے اجراء سے قبل نکاح وطلاق کے قوانین کا مکمل طور پر اسلامی شریعت کے مطابق ہونا لازم ہے۔ اس کے بغیر حد زنا کا اجراء قانونی ظلم وتعدی کو جنم دے گا۔(۷)

---

(۵) الجریمہ العقوبہ فی الفقہ الاسلامی ص:۴۴۱، فاروق اعظم ص:۶۹۴ محمد حسین ہیکل، لاہور، ۱۹۸۶ء اردو ترجمہ، حبیب اشعر مکتبہ میری لائبریری

(۶) سورۃ النساء:۳ (۷) التشریع الجنائی الاسلامی ج:۱ص:۱۹۔۵۲۔۴۵۔۱۷

(۳) قانون وراثت

اسلامی قانون وراثت کے تحت ترکہ میں بھائی کا حصہ بہن سے دوگنا مقرر ہے(۸) یہ اس بناء پر ہے کہ قانون نفقہ میں خاندان کی مادی کفالت کا ذمہ دار مرد کو بنایا گیا ہے۔ قانون نکاح میں مہر کی ادائیگی بھی مرد کے ذمہ ہے۔

یہ سب قوانین باہم مربوط اور ان کی حکمت و فلسفہ مشترکہ اصولوں پر مبنی ہے۔ ان کو جدا نہیں کیا جاسکتا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ قانون وراثت اسلامی ہو اور قانون نفقہ و کفالت احکامات شریعہ کے مطابق نہ ہو۔ اسلامی قوانین کی حکمت و فلسفہ کو سمجھنا ہو تو انھیں بطور مجموعی دیکھنا ہوگا۔ اسی طرح قوانین شریعہ کا نفاذ بھی کلی اور مکمل ہوگا شرعی قوانین کا جزوی نفاذ اس کی حکمت و فکر کے خلاف ہے۔ یہ نا قابل عمل اور بے ثمر ہے۔

اسلامی قوانین کا جزوی نفاذ قرآنی احکامات کی صریح خلاف ورزی ہے

اسلامی نظام عدل چوں کہ ایک مربوط اکائی اور وحدت ہے لہٰذا یہ ممکن نہیں کہ کچھ قوانین کو نافذ کر دیا جائے اور کچھ کو چھوڑ دیا جائے۔ اس رویہ سے نہ صرف یہ کہ مطلوبہ نتائج کے حصول میں ناکامی ہوگی بلکہ یہ چیز نصوص قرآنیہ کے صریح خلاف ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> تو کیا مانتے ہو بعض کتاب کو، اور نہیں مانتے بعض کو، سو کوئی سزا نہیں اس کی جو تم میں یہ کام کرتا ہے مگر رسوائی دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے دن پہنچائے جائیں، سخت سے سخت عذاب میں۔ اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کاموں سے۔(۹) (۲:۸۵)

اس ارشاد خداوندی کے مطابق کچھ اسلامی قوانین کو قبول کرنا اور کچھ کو چھوڑ دینا کفر کے مترادف ہے۔(۱۰) اور اس کا انجام دنیا و آخرت کی زندگی میں ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں۔ ایک دوسری آیت کریمہ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

> اب کوئی اور دین ڈھونڈتے ہیں سوا دین اللہ کے اور اسی کے حکم میں ہے جو کوئی آسمان اور زمین میں ہے خوشی سے یا لاچاری سے۔(۱۱)

---

(۸) سورۃ النساء:۱۱ (۹) سورۃ البقرہ:۸۵

(۱۰) تفسیر المنارج:۱ص:۳۷۳، محمد رشید رضا۔ دار الفکر الطبعۃ الثانیہ بیروت، لبنان

(۱۱) سورۃ آل عمران:۸۳

ایک اور آیت میں قرآن حکیم نے شرعی احکامات میں امتیاز برتنے یعنی کچھ کو اختیار اور کچھ کو چھوڑ دینے یا ان دونوں کو درمیان کوئی راستہ اختیار کرنے کو کفر سے تعبیر کیا ہے۔ چناں چہ فرمایا:

> جو لوگ منکر ہیں اللہ سے اور اس کے رسولوں سے اور چاہتے ہیں کہ فرق نکالیں اللہ میں اور اس کے رسولوں میں اور کہتے ہیں ہم مانتے ہیں بعضوں کو اور نہیں جانتے بعضوں کو اور چاہتے ہیں کہ نکالیں اس کے بیچ میں ایک راہ ایسے لوگ ہی ہیں اصل کافر اور ہم نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے واسطے ذلت کا عذاب۔ (۱۲)

مطلوبہ مقاصد کے حصول میں ناکامی جزوی نفاذ کا نتیجہ ہے

پاکستان میں گزشتہ دھائی کے دوران مختلف موضوعات و معاملات سے متعلق شرعی قوانین کا نفاذ عمل میں آیا مگر معاشرے میں ان قوانین کے خاطر خواہ اثرات محسوس نہیں کیے جا رہے۔ اور نہ ہی عام آدمی ان قوانین کے ثمرات سے کماحقہ مستفید ہو رہا ہے۔ یہ صورت حال دراصل اسلامی قوانین کے جزوی نفاذ کا نتیجہ ہے۔ تمام اسلامی قوانین چوں کہ ایک وحدت اور اکائی کا حصہ ہیں اور باہم ایک دوسرے کے ساتھ منسلک اور مربوط ہیں۔ لہٰذا شرعی قوانین کی برکات سے معاشرہ اس وقت تک فیض یاب نہیں ہوسکتا جب تک کہ یہ قوانین اپنی مکمل اور اصل شکل میں نافذ نہیں ہو جاتے۔

اسلامی قوانین کا اس طرح نفاذ مختلف قانونی پیچیدگیوں کو جنم دیتا ہے

احکامات شرعیہ کا جزوی نفاذ مختلف قانونی و معاشرتی پیچیدگیوں کا باعث ہوسکتا ہے۔ اس کی واضح مثال سپریم اپیلٹ شریعت بنچ میں ایک کیس میں سامنے آچکی ہے۔ واقعات کے مطابق فیڈرل شریعت کورٹ نے حد زنا کے ایک کیس میں ماخوذ ملزموں کو حدود آرڈیننس ۱۹۷۹ء کے تحت سزا دی۔ اس کے خلاف ملزموں نے سپریم شریعت اپیلٹ بنچ میں اپیل کی جہاں وہ بری قرار دے دیے گئے۔ سپریم شریعت بنچ نے یہ فیصلہ اس بنیاد پر دیا کہ فیڈرل شریعت کورٹ نے یہ سزا مسلم فیملی لاء آرڈیننس ۱۹۶۱ء کی دفعات کو بنیاد بنا کر دی تھی۔ جب کہ اسلامی شریعت کے اصل قانون کی رو

---

(۱۲) سورۃ النساء: ۱۵۰۔۱۵۱

سے ملزمان کو یہ سزا نہیں دی جاسکتی تھی۔ عدالت عالیہ نے بجا طور پر قرار دیا کہ ایسی صورت حال میں فیصلہ شرعی قانون کے مطابق کیا جائے گا نہ کہ مروج قانون کے مطابق۔(۱۳)

شرعی قوانین کے نفاذ میں امتیاز ظلم وتعدی کا باعث ہوگا

یہ صورتِ حال اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کہ عام قانون تو شرعی اصولوں سے مطابقت نہ رکھتا ہو مگر سزا کا قانون شریعت سے ماخوذ ہو۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہیں کہ سزا تو اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق نافذ کی جائے جب کہ معاشرتی ضابطے انسان کے اپنے بنائے ہوئے قانون کے مطابق مقرر ہوں۔ اور ان ضابطوں میں وہ وسعت اور گنجائش کا پہلو موجود نہ ہو جو اللہ بزرگ و برتر کے عطا کردہ قانون میں موجود ہے تو ایسی صورت میں شرعی سزاؤں کا نفاذ مخلوق خدا پر قانونی ظلم و جور کا راستہ کھول دے گا۔

مذکورہ بالا مثال میں سپریم شریعت اپیلٹ بنچ اگر ملزمان کی دادرسی نہ کرتا اور شرعی قانون کی بالادستی کو قائم نہ رکھتا تو قانونی ظلم نے اپنا راستہ بنالیا تھا۔ خالق کائنات نے اگر بعض جرائم پر سخت سزائیں مقرر فرمائی ہیں تو مناسب قانونی گنجائش وسہولت بھی عطا فرمائی ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ سزائیں تو ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ نافذ کریں اور معاشرتی ضابطے خود مقرر کریں۔ شرعی سزاؤں کی بنیاد شرعی ضابطے اور قانون ہیں۔ اگر شرعی قانون وضابطے نافذ ہیں تو شرعی سزائیں بھی نافذ ہوسکتی ہیں اور اگر ایسا نہیں تو شرعی سزا بھی نافذ نہیں کی جاسکتی(۱۴) شرعی سزائیں محض سزائیں ہی نہیں بلکہ یہ حرام وحلال کی حدود کا بھی تعین کرتی ہیں۔ اور حلال وحرام کے تعین کا حق صرف خالق کائنات کو ہے۔ کسی حاکم کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قائم کردہ حلال وحرام کی حدود میں کمی یا زیادتی کرے۔

شرعی قوانین کا نفاذ اور نظریہ تدریج

پاکستان میں اسلامی قوانین کے جزوی نفاذ کے حق میں بالعموم جو دلیل دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی شرعی قوانین بالتدریج نافذ کیے گئے۔(۱۵)

(۱۳) PLJ 1992 SC 207 (۱۴) التشریع الجنائی الاسلامی ج:۱ص:۱۷

(۱۵) حرمت خمر کے احکامات بتدریج نازل ہوئے۔ حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو سورۃ البقرہ کی آیت ۲۱۹۔ سورہ المائدہ کی آیت ۹۰۔۹۱

☆ عام کی تخصیص نیت کے ساتھ دیانۃً مقبول ہوتی ہے نہ کہ قضاءً ☆

شرعی قوانین کا بالتدریج نفاذ نہ صرف جائز بلکہ مناسب بھی ہے۔ بشرطیکہ اس کی بنیاد قانونی شعور ہو نہ کہ حکمرانوں کی ذاتی پسند و ناپسند۔ پاکستان میں تدریج کے فلسفہ پر عمل کیا گیا مگر اس کی بنیاد قانونی شعور نہیں بلکہ انتظامی سہولت، خواص کی رائے کا احترام اور حکومت کی صلاحیت کار پر رکھی گئی۔ قانون کا موضوع انسانی سلوک وعمل اور اس کا مقصد باہمی انسانی تعلقات کو نظم و ضبط کا پابند کر کے معاشرے میں امن وسکون پیدا کرنا ہے تاکہ انسان ایک محفوظ اور پرمسرت زندگی گزار سکے۔ دنیا میں جو بھی قانون بنایا جاتا ہے اس کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک حصہ میں قواعد وضوابط ہوتے ہیں جب کہ دوسرا حصہ ان قواعد وضوابط کی خلاف ورزی پر سزا کا تعین کرتا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اوّلیت قانون کے کس حصے کو حاصل ہوگی۔ یقیناً اوّلیت قواعد و ضوابط کو حاصل ہوگی نہ کہ سزا کو۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حدود کے بارے میں احکامات کے نزول سے پہلے معاشی و معاشرتی نظم و ضبط کے قوانین عطا فرمائے۔ انفاق فی سبیل اللہ، صدقہ، یتیموں اور بے آسرا لوگوں کی خبر گیری سے متعلق آیات پہلے نازل ہوئیں(۱۶) مال و جان، عزت و شرف کی حرمت سے متعلق احکامات پہلے نازل ہوئے اس کے بعد حدود کے بارے میں احکامات نازل ہوئے۔(۱۷)

اس پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے پاکستان میں اسلامی قوانین کے نفاذ اور نظریہ تدریج کا تجزیہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ یہاں تو کام مخالف سمت سے شروع کیا گیا ہے۔ ہمارے عائلی قوانین، معاشی قوانین وضابطے، دیوانی وفوجداری ضابطے بدستور غیر اسلامی ہیں جب کہ ۱۹۷۹ء میں حدود آرڈیننس کے تحت زنا، حد، سرقہ، حد حرابہ، حد قذف اور حد شرب کا اجراء کر دیا گیا ہے۔ یہ چیز فلسفہ تدریج، اس کی حکمت اور قانونی شعور سے موافقت نہیں رکھتی۔ اسلام کا نظام عدل ایک مربوط اکائی اور مکمل وحدت ہے اس کا نفاذ کلی اور مکمل ہونا چاہیے۔ قانون میں سزا کا پہلو تو مؤخر ہوسکتا ہے۔ دادرسی اور معاشرتی نظم وضبط کا پہلو مؤخر نہیں ہوسکتا۔

---

(۱۶) ملاحظہ ہوں سورۃ الشوری، آیات ۳۶، تا ۳۹ سورۃ فاطر آیات ۲۹ تا ۳۰ سورۃ الیل آیات ۴ تا ۷ اور اسی سورۃ کی آیات ۱۲ تا ۲۱، سورۃ المعارج آیات ۱۹ تا ۲۵ سورۃ سبا آیت ۳۹، سورۃ الذاریات آیات ۱۵ تا ۱۹ سورۃ محمد کی آیات ۳۶ تا ۳۸ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۲۸ تا ۳۰، سورۃ الرعد آیت ۲۲ اور حد سرقہ سے متعلق حکم، سورۃ المائدۃ آیت ۳۸ میں نازل ہوا۔

(۱۷) ملاحظہ ہوں سورۃ البقرہ آیت ۱۸۸ سورۃ النساء آیات ۲۹ تا ۳۰ اور ۱۶۰ تا ۱۶۱ نیز سورۃ المائدہ آیت ۴۲ اور ۶۱ تا ۶۳ ان آیت کریمہ میں حرمت مال و جان واضح انداز میں بیان ہوئی ہے۔ سورۃ النور آیت ۴ تا ۵ اور ۶ تا ۹ اور آیت ۲۴ میں شریف عورتوں پر تہمت کی ممانعت اور سزا مذکور ہے جب کہ سورۃ المعارج آیت ۱۹ تا ۲۲ سورۃ المومنون آیت ۵ تا ۷ سورۃ الفرقان آیت ۶۸ تا ۷۰ سورۃ الانعام آیت ۱۵۱ سورۃ النساء آیت ۱۶ میں زنا اور اس کے قریب قریب برائیوں کی حرمت اور ممانعت بتدریج بیان کی گئی۔ جب کہ سورۃ النور کی آیت ۲ میں زانی مرد اور عورت کے لیے سزا بیان فرمائی گئی۔

☆ اذا تعارض الحقوق قدم منها المضيّق ☆

حاصل کلام

خلاصہ یہ کہ شرعی قوانین مکمل نفاذ کا تقاضا کرتے ہیں۔ شرعی قوانین کے نفاذ میں امتیاز اللہ بزرگ و برتر کے احکامات کی صریح خلاف ورزی اور اس کے غیض و غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ اس طرز عمل سے نہ صرف یہ کہ عدالتی نظام گوناں گوں پیچیدگیوں کا شکار ہوگا الٹا یہ چیز مقاصد شریعہ کے حصول میں ناکافی کا باعث ہوگی۔ اس پر مستزاد یہ کہ اس صورت حال میں قانونی ظلم و زیادتی کی راہ کھل جائے گی۔ معاشرہ اسلامی قوانین کی برکات وثمرات سے محروم رہے گا۔ لہٰذا حکومت کو چاہیے کہ بلا تاخیر اسلامی نظام عدل اپنی مکمل اور اصل شکل میں نافذ کرنے کے لیے فوری طور پر درج ذیل اقدامات بروئے کار لائے۔

۱۔ دستور اسلامی جمہوریہ پاکستان ایک برتر قانون ہے اس میں ایسی مراعات جو اسلامی تصورات عدل کے منافی ہیں ختم کی جائیں۔

۲۔ عائلی قوانین میں علماء کے اعتراضات کی روشنی میں اصلاح کی جائے۔

۳۔ ضابطہ دیوانی اور ضابطہ فوجداری کو اسلامی اصولوں سے ہم آہنگ کیا جائے۔

۴۔ وفاقی شرعی عدالت کا دائرہ ار بلا امتیاز تمام قوانین تک وسیع کیا جائے۔

۵۔ سود کو ملکی و بین الاقوامی اقتصادی معاملات میں اس کی ہر شکل اور نوعیت میں ختم کیا جائے۔

۶۔ زکوٰۃ و عشر کے نظام کو مؤثر بنایا جائے۔

۷۔ قمار بازی، سٹہ اور ذخیرہ اندوزی کا قلع قمع کیا جائے۔

۸۔ وسائل ثروت کو چند بااختیار ہاتھوں تک محدود نہ رکھا جائے۔

۹۔ قریبی رشتہ داروں سے متعلق اسلامی قانون کفالت کا اجراء کیا جائے۔

۱۰۔ احتساب کے شعبہ کو مؤثر بنایا جائے۔

۱۱۔ بغیر محنت کے دولت کمانے کے رجحان کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

۱۲۔ ظلم و جبر کا ہر صورت میں خاتمہ کیا جائے۔

۱۳۔ مقاصد شریعہ یعنی حفظ الدین (دین کی حفاظت) حفظ النفس (انسانی جان کی حفاظت) حفظ المال (مال کی حفاظت) حفظ العقل (شعور و آگہی کی حفاظت) کی ریاست کے حکمت عملی کے اصول کے طور پر اپنایا جائے۔